پیرجھنڈو کا کتب خانہ-احوال وافادیت

عبدالعزیز نھڑیو ☆

Muslim compiled and collected innumerable books on Islamic knowledge, History, Medicine, Geography and other areas of science and established grand libraries in every nook and corner of Islamic world. Such Keen interest for books was found all around the world among Muslims, Including subcontinent .The services of the Rashdi family of Sindh in this regard cannot be over looked. In Sindh two branches of Rashdi family i-e Pir Pagaro and Pir Jhando played vital role in maintaining and Promoting attachment with books. Syed Muhammad Yaseen Shah the first Pir of Jhando established Religious Institution and library where Moulana Ubedullah Sindhi used to come from Amrot Sharif for study purpose. After Pir Muhammad Yaseen Shah, his son Allama Rushdullah Rashidi rendered matchless services in educational, social, spiritual and political arenas. He left no stone unturned to ensure the safety of his ancestral treasure. Pir Sahib collected the rare copies of the religious books from different parts of the world and extended his forefather's Islamic Library. He sent representatives and delegations to MAKKAH MUKARMA, MADINA MUNAWARA, Damascus, Baghdad, Egypt, Bombay and Hyderabad Dekkan etc to get copies of rare Islamic books. He collected books from old Centers of Knowledge like chotiyaroon Sharif, Sehwan and Thatta. He purchased library of Makhdoom Mohammad Hashim Thatvi and made it part of his library. Within a few years, this library touched the supreme heights of popularity and got the international name and fame. After Pir Sahib, his two sons Pir Ziauddin Shah and Pir Ihsanullah Shah not only took special care of their inherited treasure but added good numbers of valued books to it. Pir Ihsanullah Shah like his father got copies of rare Islamic books from different parts of the world, which resulted in the addition of great numbers of books on different subjects. After Pir Ihsanullah Shah his sons Pir Muhibullah Shah and Pir Badiuddin Shah collected great numbers of books. This tradition is continued to this day.

علم اللہ تعالی کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالی نے اس علم کو قلم و کتاب کے ذریعے محفوظ رکھنے کا بھی علم عطا فرمایا۔ بلکہ اللہ تعالی نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کیلئے انبیا کرام علیہم السلام کو کتابیں عنایت کیں۔ وہ احکام و فرامین وحی کی صورت میں نازل ہوتے تھے۔ پھر اللہ تعالی کے حکم سے انہیں کتابی شکل میں محفوظ کیا جاتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاتبوں سے قرآن کریم کی کتابت کروائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین، احکامات اور اعمال و کردار کو صحابہ کرام نے حفظ بھی کیا اور لکھا بھی۔ صحابہ کرام کے بعد امت محمدیہ نے جس طرح علم کو کتابی شکل میں محفوظ کیا، اس کی مثال اقوامِ عالم میں ملنا ناممکن، بلکہ محال ہے۔ مسلمانوں نے نہ صرف علومِ اسلامیہ، بلکہ تاریخ، طب، جغرافیہ، ریاضی اور دیگر سائنسی علوم پر بے شمار اور گرانقدر کتابیں لکھیں

*لیکچرر، شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ کالج کالی موری، حیدرآباد۔

اور جمع کیں۔اسی طرح عالمِ اسلام میں بڑے بڑے مکتبات کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ذوق علم اور شوقِ کتاب دنیا کے ہر خطہ کے مسلمانوں کے اندر موجود تھا، جبکہ ہمارا برصغیر پاک وہند بھی کسی سے پیچھے نہیں تھا۔ مشہور برطانوی نشریاتی ادارہ بی بی سی اردو سروس کے مشہور صحافی رضا علی عابدی نے برصغیر کے قدیم مکتبات کی مفصل رپورٹنگ کر کے " کتب خانہ " کے نام سے کتاب شائع کی ہے،اس میں تحریر کرتے ہیں کہ:

"ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا جب برصغیر کے ہر صاحبِ حیثیت کے دولت خانے میں تین خانے ہوا کرتے تھے:مہمان خانہ،اسلحہ خانہ اور کتب خانہ۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ صرف حیدرآباد دکن میں چار ہزار کتب خانے تھے گھر گھر کتب خانے ہوا کرتے تھے اور امرا کو تو جانے دیجئے،غریب غربا تک جیسے بھی بن پڑا تھا،گھر کے ایک طاق میں کچھ نسخے ضرور سجالیا کرتے تھے۔) رضا علی عابدی صاحب نے اس سفر میں ہندستان سے صوبہ مدھیہ پردیش اور پاکستان سے صوبہ سندھ کا انتخاب کیا ہے۔مزید لکھتے ہیں (سندھ ہمیشہ علم وادب کا گہوارہ رہا ہے اور اس کے حکمران عالموں کی سرپرستی کرتے رہے ہیں۔اسی کا نتیجہ ہے کہ نہ صرف مدرسے، بلکہ اہلِ علم کے گھرانے اور حکمران خاندانوں کی ڈیوڑھیاں آج بھی ایسی ایسی کتابوں سے بھری پڑی ہیں،جن کے صفحوں پر حکمت ودانش بکھری ہوئی اور وہ بھی سونے چاندی کے پانی میں گھلی ہوئی۔(1)"

سرزمینِ سندھ میں جہاں بے شمار شخصیات اور خاندانوں نے کتب دوستی نبھائی ہے، وہاں راشدی خاندان کا کردار بھی نہایت شاندار رہا ہے۔

راشدی خاندان سید محمد راشد شاہ بن سید محمد بقا شاہ شہید کی طرف منسوب ہے۔ان کے ایک بیٹے سید صبغت اللہ شاہ کی اولاد " پیر پگارا " اور دوسرے بیٹے سید محمد یاسین شاہ کی اولاد " پیر جھنڈو " کے القاب کے ساتھ دنیائے علم وادب میں مشہور ہے۔

سید محمد بقا شاہ کو کتابوں سے بیحد محبت تھی۔جگہ جگہ سے کتابیں جمع کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ہمیشہ قلمی نسخے ساتھ رکھتے تھے۔ جہاں بھی تبلیغ کی غرض سے جاتے تھے، کتابوں کی پوٹلی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ایک دفعہ کہیں تبلیغ کیلئے جارہے تھے کہ چوروں نے کتابوں کی پوٹلی کو مال و دولت سمجھ کر ان پر حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ آپ نے چوروں کو تو معاف کر دیا،لیکن زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہادت کا رتبہ حاصل کرلیا۔ (2)

ان کی شہادت کے بعد کتابوں کا بقیہ ذخیرہ ان کے فرزند سید محمد راشد شاہ کی تحویل میں آیا۔سید صاحب نے اپنے والدمحترم کے علمی ذخیرہ کی بخوبی حفاظت فرمائی۔ان کی وفات کے بعد خاندان کے دو حصوں میں تقسیم کی وجہ سے کتابیں بھی تقسیم ہوگئیں۔ایک حصہ سید صبغت اللہ شاہ) پیر پگارا اول (کوملا اور دوسرا حصہ سید محمد یاسین شاہ) پہلے جھنڈے والے (کو ملا۔ دونوں بھائیوں نے اپنے آبا واجداد کے ذخیرے کی اچھی طرح نگہبانی

کی۔ پیرصبغت اللہ شاہ اول نے بڑا علمی کتب خانہ جمع کیا تھا، جس میں نادرونایاب کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔سید احمد شہید کے بھانجے سید حمید الدین ان کے کتب خانہ کے بارے میں فرماتے ہیں "درخانہ سید مذکور کتب خانہ عجیب وغریب بہ نظر آمد کہ ہرگز در خانہ سلاطین وامرا نبودہ باشد۔ "ان کا کتب خانہ بڑا عجیب وغریب تھا۔ سلاطین وامرا کے پاس بھی ایسا کتب خانہ نہ ہوگا۔(3)

حدیث کے ساتھ ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ علامہ فقیر اللہ علوی شکارپوری کی وفات کے بعد ان کے کتب خانہ سے صحیح بخاری کا ایک نسخہ پیر سید صبغت اللہ شاہ نے تبرکا منگوایا۔ جب لوگ اس نسخہ کو لے کر آئے تو پیر صبغت اللہ نے ہزاروں آدمیوں کے ساتھ اپنے والد کے استاد کے اس نادر نسخہ کا استقبال کیا اور اس نسخہ کے حصول کو اپنی بڑی خوش قسمتی سمجھا۔(4)

سید محمد یاسین شاہ) پہلے جھنڈے والے (کے فرزند سید رشید الدین شاہ نے گوٹھ پیر جھنڈو) ضلع حیدرآباد(میں دینی مدرسہ کی ابتدا کی اور کتب خانہ کی بنیاد ڈالی۔اسی وجہ سے ان کے پاس علما کی آمدورفت جاری تھی۔مولانا عبیداللہ سندھی بھی امروٹ ضلع سکھر میں اپنے قیام کے دوران کبھی کبھی پیر جھنڈو میں آکر ان کی علمی مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ (5) مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں: "مولانا رشید الدین صاحب العلم الثالث کی صحبت سے مستفید ہوا۔ میں نے ان کی کرامتیں دیکھیں۔ذکر اسما الحسنی میں نے انہیں سے سیکھا۔ وہ دعوت توحید وجہاد کے مجدد تھے۔(6)"

ان کے بعد ان کے فرزند سید ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی مسند نشین ہوئے۔انہوں نے علمی، ادبی، روحانی، سیاسی، سماجی خواہ طبی میدانوں میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے، ان کی مثال ملنا ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ پیر صاحب علم کے فروغ، تعلیم کی ترویج اور دینی علوم کی نشر واشاعت کیلئے جہاں دوسرے محاذوں پر سرگرم رہے، وہاں اپنے اسلاف کے حقیقی اور انمول علمی شہ پاروں کی حفاظت کا بھی بندوبست فرمایا۔اس مقصد کیلئے انہوں نے دو چیزوں پر بھرپور توجہ دی۔ایک تو کتابوں کی دیکھ بھال، حفاظت اور استفادہ کیلئے کتب خانہ قائم کیا اور دوسرا اپنی اولاد کو دینی علوم سے آراستہ اور پیراستہ کیا، تاکہ آنے والے وقتوں میں وہ اس علمی میراث کے بہترین معاون ومددگار ثابت ہوسکیں۔ پیر صاحب اپنے ان مقاصد میں سو فیصد کامیاب وکامران رہے۔ کتب خانہ کی بنیاد کے ساتھ ہی احسن انداز میں کتابوں کی دیکھ بھال ہونے لگی اور متواتر اضافہ ہوتا رہا۔ان کا دور گوٹھ پیر جھنڈو کے کتب خانہ کیلئے ایک سنہری دور تھا۔ وہ اعلی درجہ کے عالم تھے۔ان کی طبیعت میں فطرتی طور پر کتابیں جمع کرنے کا میلان موجود تھا۔ اللہ تعالی کی مدد سے سب وسائل واسباب بھی میسر ہوگئے۔مولانا عبیداللہ سندھی رحم اللہ علیہ نے مستقل طور پر گوٹھ پیر جھنڈو میں سکونت اختیار کی۔ وہ پیر صاحب کے دست

راست بن کر رہے۔ 1901 میں مدرسہ دارالرشاد کا باقاعدہ قیام ہوا اور مولانا عبیداللہ سندھی اس کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ یہ مدرسہ آگے چل کر سندھ میں دینی علوم کی پہلی عظیم درسگاہ ثابت ہوا، گویا کہ گوٹھ پیر جھنڈو سے رشد وہدایت کا تابناک علمی سورج طلوع ہوا۔ اسی طرح کتب خانہ کیلئے کتابیں جمع ہونا شروع ہوگئیں۔ (7) پیر رشداللہ شاہ نے کتب خانہ میں توسیع، ترقی اور اسے مرتب ومزین کرنے کیلئے ٹھوس اقدامات کیے۔

ایک تو خود کئی کتابیں تصنیف فرمائیں اور کچھ کتب ان کے ذی وقار استاد مولانا قاضی فتح محمد نظامانی نے تصنیف فرمائیں۔ شاہ صاحب نے زرِ کثیر خرچ کر کے اپنے خاص نمائندے، کاتب اور خوش نویس مقرر کر کے مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، قاہرہ، دمشق، استنبول، بغداد، بمبئی اور حیدرآباد دکن سے نادر ونایاب کتابیں بھی حاصل کیں۔ نئی کتب کی خریداری اور نایاب کتابوں کا اصل نسخہ یا اس کی نقول حاصل کرنے کیلئے اپنے خاص نمائندے مقرر کیے۔ ان کی خاص یہ ذمہ داری تھی کہ مختلف ممالک کے سفر کر کے وہاں کے قدیم مکتبات سے قرآن، تفسیر، حدیث، شرح احادیث، اسماالرجال اور تاریخ کی نادر ونایاب کتابوں کے بارے میں معلومات اکٹھی کر کے انہیں مطلع کریں اور ان کے ارشاد کے مطابق سبک رفتاری سے پیش رفت کریں۔ ان کی یہ کوشش بھی ہوتی تھی کہ ہر کتاب حتی المقدور اصل صورت میں حاصل کی جائے۔ اگر اصل نہ مل سکے تو نہایت احتیاط کے ساتھ اس کا عکس یا ماہر کاتبوں سے ان کی نقول تیار کرواتے تھے۔ کتابوں کی فراہمی کیلئے جہاں سید صاحب نے جگہ جگہ اپنے نمائندے متعین کر رکھے تھے، وہاں پر خود بھی تحقیق وجستجو میں لگے رہتے تھے۔ جہاں بھی جانا ہوتا، وہاں سے اپنے ذوق وشوق کے مطابق بہت بڑا ذخیرہ کتب جمع کر کے لاتے تھے۔ جب میں حج کیلئے حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا تو وہاں سے بھی بیشمار قلمی اور نایاب کتابیں خرید فرمائیں۔ پیر صاحب کے استاد مولانا قاضی فتح محمد نظامانی اور مولوی عنایت اللہ صاحب بھی اس مبارک سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔

قاضی صاحب بیان کرتے ہیں کہ پیر صاحب اور ہم زیادہ وقت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بڑے کتب خانوں میں گذارتے اور جہاں سے بھی کوئی نایاب کتب مل جاتیں تو پیر صاحب اس کے مالک سے کتاب کا اصل نسخہ حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرتے۔ اگر مالک اس پر راضی نہ ہوتا تو ہم دونوں کو اس کی نقل کرنے پر لگادیتے۔ حدیث کی اکثر نایاب کتابیں وہاں سے نقل کی ہوئی ہیں۔ سفر حج کے دوران امام شوکانی کی کتاب "ارشاد الفحول " کا مخطوطہ آپ نے دوسو روپے میں خریدا، جو چھپنے کے بعد دو روپے میں بکتا رہا۔(8)

اسی سفر میں ایک عرب نے آپ کی خدمت میں اسماالرجال کے فن پر ایک چھوٹی سی کتاب دیکھنے کیلئے پیش کی، جو ان کو پسند آئی۔ آپ نے کتاب کے مالک سے نقل کرنے کیلئے اجازت مانگی۔ عرب نے انکار کیا۔ پھر ان

سے قیمتا مانگی۔ اس نے کہا کہ جتنے صفحے ہیں، اتنے روپے لوں گا۔ صفحے گنے تو ایک سو ہوئے۔ پیر صاحب نے مالک کوفوراسوروپے ادا کر کے کتاب لے لی۔(9)

کتابوں سے ان کی والہانہ دلچسپی اور لگا کا یہ عالم تھا کہ کسی نئی کتاب کا ذکر سنتے ہی بے تاب ہو جاتے اور کوشش کرتے کہ وہ کتاب جلداز جلدان کے کتب خانہ میں پہنچ جائے۔ نادراور نایاب کتب کے بارے میں تو ان کی کیفیت کچھ عجیب ہی تھی۔ اگر کوئی ایسا نادر نسخہ ان کے پاس فروخت کیلئے آ تا تو وہ اسے کسی قیمت پر بھی لیئے بغیر نہ چھوڑتے اور منہ مانگی قیمت دے دیتے۔ بلکہ بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ نایاب کتب فروخت کرنے والے نے ناواقفیت سے کم قیمت مانگی، مگر آپ نے زیادہ رقم ادا کر دی۔(10)

مولوی عنایت اللہ صاحب کتابیں نقل کرنے کیلئے دوڈھائی سال تک حرمین شریفین میں ہی مقیم رہے اور کتابیں نقل کر کے بھیجتے رہتے تھے۔ مولوی عنایت اللہ صاحب مصر گئے اور جامعہ از ہر قاہرہ سے بھی کئی نایاب کتابیں نقل فرمائیں۔ مولانا محمد اسماعیل پٹھان ساکن نیوسعید آباد اور مولانا قطب الدین ہالیچوی کو آپ نے نایاب کتابیں نقل کرنے کیلئے حیدرآباد دکن بھیجا تھا، جہاں وہ آٹھ ماہ تک مقیم رہے۔ اسی عرصہ میں وہ مولانا حسن الزمان اور مشہور خلافتی عالم مولانا عبدالباری لکھنوی کے کتب خانوں سے نایاب کتابیں نقل کر کے بھیجتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ مولانا زین العابدین آروی دکنی سے بھی حدیث کے قلمی نسخے خرید کیے۔ ان کتابوں میں ایک قلمی کتاب سنن کبری بیہقی دس جلدوں پر مشتمل تھی، جو مولانا زین العابدین کے اپنے دست مبارک کی لکھی ہوئی تھی۔ نیز ہندستان کے بڑے کتب فروشوں ابنا غلام رسول سورتی اور شرف الدین یحی کتبی والوں سے بھی کئی کتابیں خریدیں۔ سندھ کے قدیم علمی مراکز چوٹیاریوں شریف، سیوہن اور ٹھٹہ سے نادر ونایاب کتابیں حاصل کیں۔ مولانا عبداللہ لغاری کی معرفت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے عظیم کتب خانہ کا وافر حصہ ان کی اولاد سے خرید کرا پنے کتب خانہ میں منتقل کیا۔ اس طرح قطرہ قطرہ سے ایک بحرِ بےکراں بن گیا اور مختلف علوم وفنون کی بہترین تصنیفات کا بیش بہا علمی خزینہ جمع ہو گیا۔ اس طرح چند سالوں میں پیر جھنڈو کے کتب خانہ نے وہ عالمی شہرت حاصل کی کہ "دائرۃ المعارف العثمانیہ " حیدرآباد دکن والوں نے بھی کئی کتابیں اس علمی لائبریری سے نقل کروائیں۔ اسی طرح علما دیوبند نے بھی یہاں سے چند علمی کتابیں نقل کروائیں۔ یہ انمول علمی ہیرے جواہر اور موتی جن میں سے چند کتابیں انہیں خاندانی طور ورثہ میں ملیں اور باقی اپنے شوق اور لگن سے زرِ کثیر خرچ کر کے حاصل کیں، جن کی تعداد پچیس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ (11) کئی اسلامی ممالک کے علما نے اس کتب خانہ سے علمی پیاس بجھائی، جن کی فہرست بہت طویل ہے۔ علم وادب کے شائقین کیلئے ہر وقت کتب خانہ کے دروازے کھلے رہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی اپنے حالاتِ زندگی میں لکھتے ہیں:

" کتب خانہ پیر صاحب العلم گوٹھ پیر جھنڈا ضلع حیدرآباد: راشدی طریقے کے پیر صاحب العلم کے پاس علوم دینیہ کا کتب خانہ تھا۔ میں دورانِ مطالعہ وہاں جاتا رہا اور کتابیں مستعار بھی لاتا رہا۔ میرے تکمیلِ مطالعہ میں اس کتب خانہ کے فیض کا بڑا دخل تھا پھر حضرت مولانا ابوتراب رشد اللہ صاحب العلم الرابع سے علمی صحبتیں رہیں۔ وہ علم حدیث کے بڑے جید عالم اور صاحبِ تصانیف تھے۔(12)"

مولانا دین محمد وفائی کے پیر جھنڈو کے کتب خانہ سے تعلق کے بابت پروفیسر رحمت فرخ آبادی استاد شعبہ تاریخ اسلامیہ کالج سکھر لکھتے ہیں:

"اس وقت ٹھلاہ شریف کے سجادہ نشین پیر صاحب حاجی امام الدین مرحوم تھے، جو پیر صاحب چہارم جھنڈے والے پیر ابوتراب رشد اللہ شاہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان سے دیرینہ تعلقات قائم ہونے کی وجہ سے مولانا وفائی کو پیر صاحب جھنڈے والے کے سب سے بڑے اور نادر وقدیم کتب خانہ سے استفادہ کا موقعہ ملا۔(13)"

مولانا دین محمد وفائی نے دسمبر 1948 میں بھی گوٹھ پیر جھنڈو کا سفر کیا تھا اور ایک ہفتہ تک قیام کیا۔ کتب خانہ پیر جھنڈو کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" گوٹھ پیر جھنڈو میں قیام کے دوران مولانا محمد نور مکی اور میں نے زیادہ وقت کتب خانہ میں گذارا۔ حضرت پیر مولانا حاجی ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب العلم الرابع ایک بڑے علمی ذوق کے بزرگ تھے، جنہوں نے ہزاروں کی تعداد میں نایاب کتب جمع کی تھیں۔ ان کے زمانے میں حیدرآباد دکن، عظیم آباد، پٹنہ، لکھن وغیرہ کے علما اور شائقین علم حضرت کی لائبریری دیکھنے کیلئے آتے رہتے تھے۔ کتنے ہی نوادر علمی جو مصر، استنبول اور حجاز کے کتب خانوں میں موجود نہ ہوں گے، مگر اس کتب خانے میں مل جائیں گے۔ حدیث کی کتنی ہی کتابیں جیسے مستدرک امام حاکم، سنن بیہقی، جمع الفوائد کے مخطوطات اس کتب خانے سے لے کر چھپوائے گئے ہیں۔ ہمارے مولانا محمد نور مکی کو ایک کتاب ناظور الحق یہاں ملی، جس کے بارے میں ان کا بیان ہے کہ یہ کتابیں انہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے کتب خانوں میں بھی نہیں ملی تھی، جو یہاں ہاتھ آ گئیں۔ بڑے پیر سائیں) صاحب العلم الرابع (کی وفات کے بعد بھائیوں کے اختلاف کی وجہ سے کتب خانہ کو بہت نقصان پہنچا۔ کتنی ہی نایاب کتابیں ادھر ادھر ہوگئیں۔ اس سے کتب خانہ اگر چہ بہت حد تک تباہ اور ناقص ہوگیا ہے، لیکن اس کے باوجود نایاب کتابوں کا اب بھی یہاں اتنا بڑا ذخیرہ ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔ خاص طور پر سندھ کے علما مخدومین کی تصنیفات اس طرح کہیں ایک جگہ نہیں مل سکتیں، جو کہ اس نادر اور عظیم الشان لائبریری میں موجود

ہیں۔حضرت پیر سائیں ابوتراب رشداللہ (چوتھے جھنڈے والے) نے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کا کتب خانہ خرید لیا تھا، جس میں کتنی ہی نایاب کتب ہاتھ آئیں تھیں۔ان میں بیشتر کتابیں غیر مجلد تھیں۔ان کے اوراق منتشر ہو گئے اور سینکڑوں کتابیں ناقص ہو گئیں۔اس وقت اگرچہ ان متفرق اوراق کی جمع وترتیب کا کام ہو رہا ہے، لیکن یہ اتنا بڑا کام ہے کہ مہینوں تو کیا سالہا سال کی محنت اور توجہ کا طالب ہے۔جب کہیں جا کر یہ پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔شاہ عبدالکریم بلڑی والے کی ملفوظات "بیان العارفین" فارسی (ایک نایاب شے ہے۔اس کا نسخہ بھی منتشر ومتفرق اوراق کے اس ڈھیر سے دستیاب ہوا ہے۔اسی طرح "ینابیع الحیو الابدی مصنفہ شیخ ابوالحسن ڈاھری کا ایک نسخہ بھی ورقوں کے اس ڈھیر میں ہاتھ لگا۔اس طرح اگر تلاش جاری رہی تو امید ہے کہ کتنی ہی نایاب ونادر کتابوں کے ناقص یا کامل نسخے ہاتھ لگیں گے۔(14)"

ڈاکٹر وفا راشدی صاحب کتب خانہ پیرجھنڈو کی علمی اہمیت اور پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1319"ھ میں پیر رشداللہ شاہ نے جب مدرسہ دارالرشاد کی داغ بیل ڈالی تو اس کے ساتھ اساتذہ اور طلبہ کے مطالعہ کیلئے ایک علمی کتب خانہ بھی قائم کیا۔یہ کتب خانہ نہ صرف سندھ، بلکہ پورے برصغیر پاک وہند میں علوم وفنون کا ایک اہم مرکز ثابت ہوا۔اس علمی لائبریری سے سندھ اور بیرونِ سندھ یہاں تک کہ اسلامی ممالک کے بڑے بڑے علما کرام نے استفادہ کیا، جن میں خاص طور پر علمائے دیوبند بھی شامل ہیں۔اس زمانے میں اسلامی علوم وفنون کی کتابوں کی پچیس ہزار تک تعداد پہنچ چکی تھی، جو کتب خانہ پیرجھنڈو کی ملکیت تھی۔کتب خانہ پیرجھنڈو کی خصوصیت واہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اکثر قلمی اور خطی نسخے جو دنیا کے کتب خانوں میں نایاب ہیں، اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔پیر رشداللہ شاہ اور ان کے مصاحبین اور مقربین نے اس کتب خانہ کیلئے نادر ونایاب کتابیں دنیا کے مختلف کتب خانوں اور علمی درسگاہوں سے لا کر یا نقل کروا کر جمع کی تھیں۔اس سلسلہ میں کتب خانہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی (ٹھٹہ)، دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، کتب خانہ جدہ، مصر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔علاوہ ازیں سندھی علما، مجددین ومحدثین کی فارسی وعربی تصنیفات وتالیفات کے خطی وقلمی نسخوں کا جتنا نادر وقیمتی ذخیرہ کتب خانہ پیرجھنڈو میں محفوظ ہے، وہ سندھ کی کسی اور لائبریری میں نہیں ہے۔(15)"

ممتاز محقق ومصنف ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری صاحب کتب خانہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"اس سفرنامے کا خاص حصہ پیرجھنڈا کے کتب خانے اور رات کی علمی مجلسوں کا تذکرہ ہے۔انہوں نے کتب خانہ اور اس کے نوادر کا تذکرہ بہت ذوق وشوق سے کیا ہے۔یہ کتب خانہ جھنڈے والوں کا تاریخی اور خاندانی کتب خانہ تھا۔اس میں مختلف زمانوں میں بہت سے علمی ذخیرے شامل ہوتے رہے تھے۔ایک اہم اضافہ پیر

سید ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب العلم الرابع کے زمانے میں اس وقت ہوا تھا، جب انہوں نے حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے ورثا سے ان کا عظیم الشان کتب خانہ خریدا تھا۔(16)"

ڈاکٹر سید صالح محمد شاہ بخاری کتب خانہ کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک عالم کیلئے ضروری ہے کہ اس کے پاس کتب کا ذخیرہ وافر مقدار میں موجود ہو۔ حضرت سید رشد اللہ شاہ بھی ایک نہایت اعلی پایہ کے عالم تھے۔ آپ کو اسلاف کی کتابوں سے بہت چاہت تھی۔ اس لئے آپ نے ان کتب میں مزید توسیع کی۔ اس زمانہ میں پیر صاحب جھنڈے والے کا کتب خانہ ہندوستان کے تین بڑے کتب خانوں میں سے ایک تھا۔ خصوصا اس میں قلمی کتب کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ آپ کا کتب خانہ اس طرح وجود میں آیا کہ کچھ کتابیں آپ کے پردادا سید محمد راشد شاہ کے کتب خانہ سے آپ کو ورثہ میں ملیں اور کچھ کتب چوٹیاری (سانگھڑ) سے ملیں اور کچھ نادر نسخے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے کتب خانہ سے ہاتھ آئے ہیں۔ ان کتب کے علاوہ کچھ کتابیں ابنا غلام رسول السورتی اور شرف الدین یحی کتھی سے خرید فرمائیں۔(17)"

پروفیسر رحمت فرخ آبادی پیر جھنڈو کے کتب خانہ کی علمی عظمت کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں:

" کتب خانہ پیر رشد اللہ راشدی: یہ کتب خانہ پیر جھنڈو شریف واقع ضلع حیدرآباد میں ہے۔ پیر صاحب نے یہ کتب خانہ چودھویں صدی ہجری کی ابتدا میں قائم کیا تھا۔ انہوں نے اس کتب خانہ پر بے پناہ روپیہ خرچ کیا۔ لندن کی لائبریری، انڈیا آفس سے کتابوں کی فوٹو کاپیاں منگوائیں۔ ترکی اور مصر کے کتب خانوں سے نایاب کتابوں کی نقلیں اپنے اخراجات پر کاتب بھیج کر کرائیں۔ قدیم کتب خانے گراں مایہ سرمایہ سے خرید کر شامل کیے اور اس طرح اس کتب خانہ میں نوادرات کا ایک ذخیرہ جمع کیا۔ پیر صاحب کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں میں کتب خانے کی ملکیت پر جھگڑا ہوا۔ بعد میں یہ کتب خانہ تین حصوں میں تقسیم ہو گیا لیکن اب بھی قابل دید ہے۔(18) "

ڈاکٹر غلام علی الانا صاحب پیر جھنڈو کے کتب خانہ کی مقبولیت اور علمی خدمات کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں:

اول الذکر شخصیات کے ساتھ ساتھ بالخصوص پیر رشد اللہ شاہ کا تعارف بے حد قابل توجہ ہے۔ سرزمین سندھ کا یہ خانوادہ اور اس خانوادے کا ہر فرد نہ صرف تبلیغ و ترویجِ اسلام میں ایک ادارے کی حیثیت رکھتا ہے، بلکہ تحریکِ پاکستان کے ابتدائی نقوش سے لے کر آج تک اس سمت میں کی جانے والی تمام تر جدوجہد کی مجسم تاریخ ہے۔ تحریک پاکستان پر کی جانے والی کوئی علمی تحقیق اس حوالے کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ کئی تحقیقی مقالوں کا مواد تو صرف اس کتب خانے میں موجود ہے جو اس قادری راشدی خانوادے نے جمع کیا اور سنبھال کر رکھا۔ اس سرچشمے سے علم وادب کے پیاسے آج بھی اسی طرح اپنی پیاس بجھاتے ہیں، جس طرح ماضی میں بجھاتے

آئے ہیں۔(19) "

مشہور محقق اور تاریخدان پیر حسام الدین راشدی پیر جھنڈو خاندان کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"پیر سائیں روضے والے رحم اللہ علیہ کے دوسرے فرزند پیر محمد یاسین کی اولاد کو جھنڈے والی شاخ کہا جاتا ہے اس خاندان کے بڑوں نے علوم دینی، خاص طرح حدیث کی لافانی خدمت کی اور ایک عظیم الشان خطی کتابوں کا نادر کتب خانہ قائم کیا، جس کے قلمی نسخوں کی شہرت پورے عالمِ اسلام میں آج تک قائم ہے۔(20) "

مشہور محقق مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی پیر جھنڈو کے کتب خانہ کے بارے میں اس طرح رقمطراز ہیں:

"مولانا پیر رشد اللہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور مفسر تھے۔ آپ نے رجال طحاوی پر عربی میں ایک عالمانہ کتاب لکھی، جس کو علما دیوبند نے دیوبند سے شائع کیا اور بڑے پایہ کی کتاب مانی جاتی ہے۔ 1319ھ میں مولانا پیر رشد اللہ صاحب نے مولانا عبید اللہ سندھی کی معیت میں مدرسہ عالیہ دار الرشاد کا سنگ بنیاد رکھا اور ساتھ ہی ایک علمی لائبریری بھی قائم کی گئی۔ یہ مدرسہ آگے چل کر سندھ میں دینی علوم کا عظیم درسگاہ ثابت ہوا، جہاں برصغیر کے نامور علما مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، محدث یمانی، حضرت شیخ الہند اور دوسرے اکابر آتے رہے اور کتب خانہ کیلئے کتابیں جمع ہونا شروع ہوگئیں۔ دنیا کے عظیم کتب خانہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی کتابیں بھی ٹھٹہ سے لاکر اس میں جمع کی گئیں۔ مخدوم صاحب کا وہ کتب خانہ تھا، جس کی زیارت کیلئے دور دراز کے اسلامی ممالک سے علما آتے تھے اور کتابوں سے مستفید ہوتے تھے۔ چند سالوں میں پیر جھنڈو کے کتب خانہ نے وہ شہرت حاصل کی کہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن والوں نے بھی کچھ کتابیں اس علمی لائبریری سے نقل کروائیں۔ اسی طرح دیوبند کے علما نے بھی چند علمی کتابوں کی نقلیں کروائیں۔ یہ کتب خانہ تقریباً پچیس ہزار کتابوں پر مشتمل ہوگیا، جس میں اکثر قلمی یعنی خطی کتابیں تھیں.........

اس علمی کتب خانہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کتابیں جو دنیا میں نایاب اور نادر تسلیم کی جاتی ہیں، ان کے قلمی نسخے اس میں موجود ہیں۔ مثلاً مؤطا امام مالک کی اولین شرح جو کہ ایک اندلسی عالم اور امام حافظ ابن عبدالبر نے التمہید کے نام سے کئی جلدوں میں لکھی تھی اور شرح حدیث میں اس پایہ کی کتاب کم ملے گی۔ مگر افسوس کہ یہ ضخیم کتاب مطبوعہ تو نہیں تھی، مگر اس کا مخطوطہ بھی عنقا کے مانند تھا۔ اس کا صرف ایک نسخہ مورا کو میں تھا اور دوسرا پیر جھنڈو کی علمی لائبریری میں تھا۔ اس نسخہ کی میں نے بھی زیارت کی تھی۔ اب حال میں یہ کتاب مغرب اقصیٰ سے چھپنا شروع ہوگئی ہے۔ اس طرح حدیث کے نادر متون اور شروح کا بھی بہت بڑا ذخیرہ اس علمی لائبریری میں موجود ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی علمی دنیا میں حدیث کے حافظ الدھر مانے جاتے ہیں۔ ان کی ایک نادر تالیف "اتحاف

المہر ہ باطراف العشر " کا خطی نسخہ بھی پیرجھنڈو کی لائبریری میں موجود ہے۔اس نسخہ کی خوبی یہ ہے کہ خود مصنف حافظ ابن حجر عسقلانی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے، جو دنیا میں کہیں ایسا نہ ملے گا۔اسی طرح حافظ الدھر کی کتاب "زوائد مسند البزار " بھی اس کتب خانہ کی زینت ہے۔علامہ خطیب بغدادی کی کتاب " کتاب الفقیہ والمتفقہ " کا بھی عمدہ خطی نسخہ اس میں پایا جاتا ہے۔

جس طرح حیدرآباد دکن والوں نے پیرجھنڈو کی علمی لائبریری سے چند نادر کتابوں کی نقلیں لیں تو اسی طرح مولانا پیر رشداللہ صاحب مرحوم نے اپنے خاص مقربین سندھی علما کو حیدرآباد دکن بھجوا کر دائرۃ المعارف کے علمی کتب خانہ سے چند نادر کتابوں کی نقلیں کروائیں۔ان میں سے علامہ اشبیلی کی نادر روزگار کتاب "الاحکام الکبری " خاص طور پر ذکر کے قابل ہے۔یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے اور خط متوسط ہے۔اس علمی لائبریری کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ علما سندھ کی اکثر ملفات سندھی، فارسی اور عربی پر مشتمل ہیں۔مثلاً علامہ ابوالحسن سندھی علمی دنیا میں بہت بڑے محدث مانے جاتے ہیں۔صحاح ستہ پر آپ کے علمی حواشی ہیں، جن میں سے اکثر مصر میں چھپ چکے ہیں۔مگر کچھ ایسی بھی کتابیں ہیں جو طباعت میں نہ آئی ہیں اور وہ دنیا کی دوسری لائبریریوں میں کم پائی جاتی ہیں۔ایسی کتابیں بھی پیرجھنڈو کی علمی لائبریری میں موجود ہیں۔مثلاً سنن ابی داؤد کی شرح عربی وغیرہ۔مخدوم عبداللہ نری والہ بارہویں صدی میں کچھ کا بڑا عالم گذرا ہے، جنھوں نے بیسیوں سندھی میں اسلام اور اخلاقیات پر کتابیں لکھی ہیں، جو اکثر چھپ چکی ہیں، مگر ان میں سے ایک کتاب "خزانہ اعظم " سندھی جس کو اگر ہم اسلامیات اور اخلاقیات کی سندھی انسائیکلو پیڈیا کہیں تو بجا ہے، وہ اب تک مکمل طور پر اشاعت میں نہ آئی۔اس کتاب کا مکمل قلمی نسخہ بہترین سندھی خط میں فل اسکیپ سائیز کے آٹھ ضخیم جلدوں میں پیرجھنڈو کی علمی لائبریری میں موجود ہے۔اس طرح دوسرے بزرگان اور اعلام سندھ کی سندھی تالیفات بھی یہاں کافی مقدار میں پائی جاتی ہیں۔خاص طور پر سندھ کے قدیم علما کی تالیفات اچھی حالت میں یہاں موجود ہیں۔

مخدوم محمد ہاشم بارہویں صدی کے مجدد اور بڑے محدث اور فقیہ مانے جاتے ہیں، جن کے تلمذ کا سلسلہ عرب، عراق، شام، مصر اور دوسرے ممالک میں پایا جاتا ہے۔ان کی عالمانہ تصنیفات بھی اکثر اس علمی لائبریری میں موجود ہیں جیسے "بیاض ہاشمی"، "حیات القاری باطراف البخاری"، "اتحاف الاکابر " وغیرہ۔اس طرح مخدوم محمد عابد سندھی کی اکثر ملفات اس علمی لائبریری کی زینت ہیں۔مثلاً علمی دنیا کی شرح حدیث میں مشہور کتاب "المواہب اللطیفہ شرح مسند الامام ابی حنیفہ " دو جلدوں میں۔اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے اور دنیا میں ایسا کہیں نہیں پایا جاتا۔اس کتاب کو حنفی علما نے حافظ ابن حجر کی شرح بخاری فتح

الباری کے ٹکر کی کتاب شمار کیا ہے۔ایک دوسری اسی عالم کی تصنیف "بلوغ المرام " کی شرح ہے، جس کا ترکی کے سابق شیخ الاسلام علامہ کوثری نے بھی ذکر کیا ہے۔اس کا بہترین قلمی نسخہ اس لائبریری میں میں نے تیس سال پہلے مولانا دین محمد وفائی کی معیت میں دیکھا تھا۔اب معلوم نہیں کہ یہ نایاب گوہر موجود ہے یا بے قدری کا شکار ہو کر تلف ہو گیا۔مخدوم محمد عابد کی ایک دوسری مشہور عالم کتاب "حصر الشارد "جو علم ثبت میں ہے اور اساتذہ کے اسماپر مشتمل ہے اور طباعت میں نہیں آئی، اس کا بھی خوش خط نادر نسخہ اس علمی کتب خانہ میں موجود ہے۔اسی طرح سندھ کے دوسرے قدیم محدث قاضی محمد اکرم نصرپوری سندھی کی نایاب زمانہ کتاب "امعان النظر "کے دو نسخے اسی لائبریری میں موجود ہیں اور اس کا ایک ناقص نسخہ ازہر کی لائبریری میں بھی موجود ہے۔(21)"

سید رشد اللہ شاہ نے کتابوں کا جو نادر و نایاب ذخیرہ جمع کیا تھا، وہ ان کی وفات کے بعد خاندانی اختلافات کے باعث دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ایک حصہ پیر صاحب کے بڑے بیٹے سید ضیاالدین شاہ راشدی کے حصہ میں آیا اور دوسرا حصہ چھوٹے بیٹے احسان اللہ شاہ کو ملا، جن کو قدرے اختصار سے بیان کیا جاتا ہے۔

مکتبہ پیر ضیاالدین شاہ

پیر سید ضیاالدین شاہ راشدی مدرسہ دارالرشاد کے فارغ التحصیل تھے۔انہوں نے اپنے والد محترم کے اس علمی ورثہ کی پوری جان فشانی سے حفاظت کی۔کتابوں کی کمی پوری کرنے کی کچھ کوشش تو کی، لیکن اس میں خاطر خواہ اضافہ نہ کر سکے۔دوسری مرتبہ حج پر گئے تو وہاں سے کافی کتابیں خرید کر لائے۔اہلِ علم اور محققین کتب خانہ کی شہرت سن کر دور دور سے دیکھنے اور استفادہ کرنے کیلئے تشریف لاتے تھے۔

مولانا قاری محمد طیب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند اپریل 1944 پیرجھنڈو کے مدرسہ اور کتب خانہ کے معائنہ کے بعد اپنی رائے کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

" کل 23 ربیع الثانی 63ھ کو احقر بمعی حضرت الاستاذ مولانا عبیداللہ صاحب مدفیوضہم گوٹھ پیر صاحب جھنڈے والا میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور مدرسہ دارالرشاد کے معائنہ کی برکت نصیب ہوئی مدرسہ کے متعلق کتب خانہ بہت وسیع موجود ہے، جو ایک نادر علمی خزانہ ہے۔اہلِ علم کیلئے وابستگی کے سارے ہی سامان یہاں موجود ہیں۔میری سعادت تھی کہ حضرت مولانا ممدوح کی معیت میں مجھے ان تمام خصوصیات کے دیکھنے اور ان سے مستفید ہونے کا موقعہ ملا۔والحمدللہ اولا وآخرا۔"

مولانا محمد صادق کھڈہ والے تحریر فرماتے ہیں کہ:

حقیر کو بھی ان دونوں حضرات کی معیت میں مذکورہ بالا شرف حاصل ہوا اور مدرسہ وغیرہ کتب خانہ کے ملاحظہ

سے جو سرور و برکات حاصل ہوئی ہیں، وہ ذکر سے بالاتر ہیں۔حق سبحانہ وتعالی اس نادرخزانہ کو ہمیشہ قائم فرما کر موجبِ افادہ فرمادے۔

شمس العلما ڈاکٹر عمر بن محمد داد پوتہ مؤرخہ 21 اکتوبر 1946 بروز پیر کتب خانہ کے معائنہ کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحمد لله الذی وفقنی مر ثانی بان ازور هذه المكتب القيم المملو بالكتب الثمين وارجوا ان اكرر زيارتی فی المستقبل القريب واكب علی دراس الكتب التی فيها لان فيها بعض الكتب التاريخی والادبی تستحق نظر الاديب فادعوا من الله ان يبرر مسئولی وينجح مرامی علی ان لا اتمالك ان اقترح علی اصحاب هذه المكتب ان يهتموا شانها ويجعلوها مطمح الانظار ونزه القلوب لكی يستفيضوا منها بدون كد وجهد فيجب عليهم ان يتولوا جميع الكتب التی توجد فيها ويجعلوا فهرس تدل علی الخزائن الادبی بلمح من البصر وادعو من الله ان يوفقهم ويرشدهم الی هذا العمل.

"تمام تعریفیں اللہ تعالی کیلئے ہیں جس نے مجھے دوبارہ اس شاندار کتب خانہ کی زیارت کا شرف اور توفیق بخشی جو انتہائی قیمتی کتابوں سے معمور ہے۔امید ہے کہ مجھے دوبارہ جلد اس کتب خانہ کی زیارت کا موقعہ ملے گا اور یہاں موجود ادبی اور تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرسکوں گا، جو ایک ادیب کی نظر سے گزرنی چاہئیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالی میری التجا کو شرف قبولیت بخشے اور مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔اگرچہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، تاہم مکتبہ کے منتظمین کو مشورہ دوں گا کہ اس کی دیکھ بھال بطریقِ احسن کریں۔اس کو نگاہوں کا مرکز اور دلوں کی تازگی اور خوشی کا سبب بنائیں تاکہ سب بغیر کسی مشکل کے استفادہ کرسکیں۔ان پر لازم ہے کہ مکتبہ کی نگرانی کریں اور موجود کتابوں کی فہرست بنائیں جو اس علمی خزانے کی طرف فورا رہنمائی کرسکے۔دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کو ہمت دے اور رہنمائی فرمائے، آمین۔"

علامہ سید سلیمان ندوی کتب خانہ کے معائنہ کیلئے تشریف لائے۔اپنے تاثرات اس طرح لکھتے ہیں:

قد كنت من مد من الزمان الی زيار هذه المكتب الثمين الطائر النصيب وقد دعانی اليها حضرت المرحوم المغفور له پير احسان الله صاحب العلم الخامس ولكن القدر المحتم منعنی ولكن كانت بينی وبينه مكاتبات ومراسلات متعاقب فی تجسس الكتب النادر واستطلاع الخطيات العتيق فالحمدلله الذی قدر لكل امر وقتا ولكل اجل كتاب فيسر الله لی اليوم ما كان تعسر عل قبل ذلك فحضرت هذه القری الصالح العامر وشهدت المدرس والمكتب فوجدتها حائز كثيرا من الكتب النادر المطبوع والخطی وقد بقيت كتب ودفاتر خطی مبعثر ارجو الله تعالی ان يوفق ناظرها والقائم بامرها للم شعثها ويوفق العلما

وطلب العلم الشريف الاستفاد من عبوتها والاستغراق من حياضها جزى الله تعالى من بناها ويثيبه ثوابا حسنا يخلد مع خلود الايام وبقا الاسلام الى يوم القيام.

" کافی عرصہ سے اس قیمتی کتب خانہ کی زیارت کی تمنا تھی، جس کی دعوت مجھے مرحوم پیر احسان اللہ شاہ نے دی تھی، مگر موقعہ نہ مل سکا۔ لیکن ان سے میری خط وکتابت جاری تھی، جس میں نادر ونایاب کتابوں اور قلمی نسخوں کے بارے میں معلومات کا تبادلہ ہوتا تھا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالی کیلئے ہیں جس نے ہر چیز کیلئے وقت مقرر کیا ہے۔ آج میرے لئے یہ کام آسان ہوگیا جو اس سے قبل نہایت مشکل تھا اور میں اس گاؤں میں پہنچا۔ مدرسہ اور کتب خانہ کا معائنہ کیا۔ کتب خانہ نایاب ونادر کتابوں سے معمور پایا، جو مطبوعہ بھی تھے تو قلمی بھی۔ قلمی نسخے بکھرے نظر آئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس مکتبہ کے منتظمین، علما اور طلبہ کو اس بہترین ذخیرہ سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ اللہ تعالی اس کے بانی کو جزائے خیر عطا فرمائے اور تا قیامت اجرِ جزیل سے نوازے اور اس مکتبہ کو تا ابد قائم ودائم رکھے، آمین۔"

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی جامشورو مؤرخہ 14 اپریل 1969 مکتبہ کے معائنہ کے بعد لکھتے ہیں:

بعد حمد وصلوا عرض ہے کہ یہ عاجز آج بتاریخ 14 اپریل 1969 درگاہ شریف میں حاضر ہوا۔ محترم ڈاکٹر عبدالواحد ہالی پوتہ صاحب اور پروفیسر جلیل الدین خان کی رفاقت باسعادت میں کتب خانہ دیکھنے کا موقعہ نصیب ہوا۔ ماشاءاللہ بکثرت اور متعدد ایسے مخطوطات دیکھے، جن کے نسخے دوسرے کتب خانوں میں یا تو موجود نہیں، یا اگر ہیں تو بہت کم ہیں۔ بعض ایسے فارسی نسخے دواوین کے متعلق بھی ہیں، جو غالباً نادر ہیں۔ سندھ کے علما کی اکثر تصانیف ایسی ہیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئیں۔ بڑی ضرورت ہے کہ ان جواہر پاروں کو شائع کرکے قوم وملک کو مستفیض کیا جائے۔

عظیم اسکالر ومحقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس) رمضان المبارک میں کتب خانہ پیر جھنڈو کے معائنہ کیلئے تشریف فرما ہوئے۔ اپنے تاثرات اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

كنت اسمع من خزان الكتب فى پير جهندو منذ زمان ولم يساعدنى الحظ لزيارتها الا اليوم فى شهر رمضان المبارك فاستفدت من كرم اخلاق صاحب المكتب كما استفدت من نفائس محتوياتها من المخطوطات والمطبوعات وحتى فى المطبوعات ما هى من اندر النفائس مثل ناظور الحق)عن الصلا فى بلاد القطبين (لشهاب الدين المرجانى اما نفائس المخطوطات فهى اكثر من ان اقدر على تفصيلها والذى تاثرت منه كثيرا هو ان بانى المكتب جمع هذا النفائس من اقطار العالم من بلاد العرب كما بلاد

العجم وكلما عثر على شى نفيس نادر اقتناها بالاستنساخ او الاشترا وان المالك الحالى حفيد المسس كذلك كثير الشغف بالعلم كما هو كثير الكرم لضيوفه والله يحفظه طويلا حتى يستفيد منه العالم.

"میں مدت سے پیر جھنڈو کے کتب خانہ کے علمی خزانے کے بارے میں سنتا رہا، لیکن مجھے اس کے معائنہ کی سعادت حاصل نہ ہوسکی۔ آج رمضان المبارک میں آنے کا موقعہ میسر ہوا۔ صاحبِ مکتبہ کے حسنِ اخلاق سے بہت متاثر ہوا۔ اس کتب خانہ کی بہترین کتب سے استفادہ کیا، جو مطبوعہ اور قلمی تھے۔ مطبوعات میں کافی نادر اور گراں قدر کتب موجود تھیں، مثلاً شہاب الدین مرجانی کی کتاب "ناظور الحق" وغیرہ۔ باقی مخطوطات کی تفصیل تو بیان کرنے سے باہر ہے۔ مجھے سب سے زیادہ جس چیز نے متاثر کیا، وہ بانی مکتبہ کا بیش بہا کتب عرب وعجم کے مختلف ممالک سے جمع کرنا تھا۔ ان کو جب بھی کسی نادر نسخہ کا علم ہوا تو اسے نقل کروانے یا خریدنے کی کوشش کی۔ اس وقت ان کے پوتے اچھے عالم اور بہترین مہمان نواز ہیں۔ اللہ تعالی ان کی حفاظت فرمائے تاکہ دنیا والے ان سے فائدہ حاصل کر سکیں۔"

قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی سابق پروفیسر مسلم ہسٹری سندھ یونیورسٹی مؤرخہ 31 مارچ 1954 لائبریری کے معائنہ کے بعد لکھتے ہیں:

> Since a long time I was hearing of the library of Pir Jhanda, well known for its collection of rare Arabic and Persian manuscripts by the kind courtesy of Pir Sayyad Mehdi Shah Sahib, I have the good fortune of visiting this library and seeing some of its rare and valuable books. This is the only kind of library in Sindh in which a large number of books and manuscripts has been collected on different Islamic subjects and the scholars of Islamic sciences are greatly benefited by it. The Pir Sahib is very fortunate indeed in possessing such a good library and I have no dought that it will be duly preserved and systematically arranged. The students of Islamic studies will find an easy access to it and add to the knowledge. I express my heartfull gratitude to Pir Sahib for so kindly showing me round this library.(22)

پیر سید ضیاالدین شاہ کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ ان کے فرزند پیر سید وہب اللہ شاہ راشدی کی تحویل میں رہا۔ انہوں نے بھی اس تسلسل کو قائم رکھا اور افادہ عام کیلئے اس کی نگرانی کرتے رہے۔ تشنگانِ علم ان کے کتب خانہ سے بھرپور استفادہ کرتے رہے۔ بالآخر وہ وقت بھی آیا جب پیر وہب اللہ شاہ نے اپنے آباواجداد کی یہ

علمی میراث 1980 کے قریب نیشنل میوزیم کراچی کو فروخت کردی۔

کتب خانہ سید احسان اللہ شاہ راشدی

پیر احسان اللہ شاہ راشدی علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر، فن اسما الرجال کے امام، علم وعمل کے حسین امتزاج، یگانہ روزگار عالم دین، بلند پایہ مصنف اور محقق تھے۔ انہوں نے مروجہ دینی علوم وفنون کی تکمیل اپنے آبائی مدرسہ دار الرشاد میں کی۔ بعد ازاں مدرسہ میں درس وتدریس کے ساتھ کتب خانہ کی دیکھ بھال بھی کرتے رہے۔ اپنے والد پیر سید رشداللہ شاہ کی رحلت کے بعد سے اپنے بھائیوں سے الگ ہونے تک 1923 سے 1935 تک مشترکہ کتب خانہ کی نگرانی خود کرتے رہے۔ اسی عرصہ میں کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، اسما الرجال اور تاریخ وغیرہ علوم کی کتب اور نایاب مخطوطات کا بیش بہا اضافہ ہوا، لیکن بھائیوں کے درمیاں تقسیم کتب اور نقل مکانی میں کئی قیمتی اور نایاب کتب ضائع بھی ہوئیں۔ کتب خانہ کا کافی حصہ پیر احسان اللہ شاہ اپنے نئے گاؤں درگاہ شریف لے آئے اور باقی کتب خانہ پیر ضیاالدین شاہ کے پاس رہا۔

پیر احسان اللہ شاہ نے اپنے آبائی کتب خانہ کی نہ صرف اچھی طرح دیکھ بھال کی، بلکہ اسے خوب ترقی دی اور ہر موضوع پر نادر ونایاب کتب کا اضافہ کیا۔ انہیں حدیث اور علوم حدیث سے گہرا لگا تھا۔ اس لئے مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام، ہندستان وغیرہ ممالک سے زر کثیر خرچ کر کے کتابوں کی بڑی تعداد منگوائی۔ اپنے خاص نمائندے قاضی لعل محمد قیصرانی اور مولانا قطب الدین ہالیجوی کو حیدرآباد دکن بھیج کر نواب عثمان علی خان کے کتب خانہ سے نایاب کتب نقل کروائیں۔ وہ حیدرآباد دکن کے مشہور اشاعتی ادارہ "دائرۃ المعارف العثمانیہ" کے اراکین میں سے ایک تھے۔ "دائرۃ المعارف" سے جو کتب بھی طبع ہوتی تھیں، وہ آپ کے کتب خانہ کو اعزازی طور پر ارسال کی جاتیں تھیں۔ ان کے علمی ذوق کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ ابوبکر خطیب بغدادی کی مایہ ناز کتاب "تاریخ بغداد" جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی تھی، آپ نے 1928 میں "دار الکتب المصریہ" قاہرہ مصر سے اس وقت پندرہ سو روپے خرچ کر کے اس کی مکمل نو جلدوں کی فوٹو اسٹیٹ حاصل کی۔ پھر جب یہ کتاب 1931 میں مصر سے چودہ جلدوں میں چھپی تو اس کا بھی ایک نسخہ پیر احسان اللہ شاہ کو بھیجا گیا، جبکہ اس وقت اس کی قیمت صرف 28 روپے مقرر کی گئی تھی۔ امام ابونعیم اصبہانی کی کتاب "تاریخ اصفہان" کا فوٹو بھی لیدن کے کتب خانہ سے ڈاکٹر کرنکوی سالم المانوی محافظ کتب خانہ لیدن کی معرفت حاصل کیا۔ کرنکوی کی وساطت سے جرمن حکومت تک صحیح ابن خزیمہ اور کچھ دیگر کتب کے حصوں کیلئے سرگرداں رہے، مگر کاتب اور تصویر کی عدم سہولت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے۔(23)

"دائرۃ المعارف العثمانیہ" حیدرآباد دکن والوں نے جب پہلی مرتبہ حدیث کی معروف کتاب "السنن الکبری

للبیہقی "دس جلدوں میں اور مستدرک حاکم چار جلدوں میں طبع کروائیں تو اس وقت ان کے سامنے دونوں کتابوں کے جو خطی نسخے تھے، ان میں سے ایک ایک نسخہ پیر احسان اللہ شاہ راشدی کے کتب خانہ کا تھا، جیسے مستدرک حاکم کے آخر میں حاصل کردہ نسخوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

انا جمعنا نسخا عديد لمستدرك الحاكم من مكاتب شتى منها نسخ كامل من مكتب مولانا حبيب الرحمن خان الشروانى صدر الصدور فى الدول الآصفى ادام الله حياته ونسخ ناقص من مكتب امير الدين اشرف الگيلانى ونسخ كامل من مكتب مولانا السيد شاه احسان الله بن رشد الله السندهى المعروف بصاحب اللوا وهى اصح النسخ واحسنها كتاب كتبها فتح محمد سن الف وثلاث ماء وعشر من الهجر فنحن نشكر لجميع هذه العلما الكرام من جمعيتنا العلمى شكرا جميلا وندعوا لهم ان يعطيهم الله اجرا جزيلا فان الله لا يضيع اجر المحسنين(24) .

السنن الکبری للبیہقی کے حاصل کردہ نسخوں کے متعلق اس طرح رقمطراز ہیں:

ولما كان هذا الكتاب بلغ غاى الشهر والمعرف وكان كثير الفوائد وغزير المواد فقد بذلنا غاى المجهود فى طلب النسخ فوجدنا نسخ عديد لها من بعض الافاضل الذين قد حصلوها بصرف خطير وجهد عظيم فى نسخها من بلاد شتى)فالنسخ الاولى (لصاحب العلم والعرفان مولانا الحافظ السيد الشاه ابى محب الله احسان الله بن رشد الله السندى المعروف بصاحب اللوا الخامس ادام الله فيوضه وبركاته العلمى والعرفانى وهى نقلت سن تسع عشر وثلاث ماء بعد الالف من النسخ العتيق فى المدين الطيب على صاحبها افضل الصلوات والتحيات وهذه النسخ السندى قوبلت نسخ اخرى للسيد زين العابدين البهارى نزيل حيدرآباد الدكن سن 1335هجرى كما صرح به صاحب الكتاب فى آخره(25)

علامہ سید سلیمان ندوی پیر احسان اللہ شاہ کے متعلق اپنے مجلّہ معارف میں لکھتے ہیں:

"علمی حلقوں میں یہ خبر غم وافسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ جھنڈا گوٹھ ضلع حیدرآباد سندھ کے مشہور عالم پیر احسان اللہ شاہ جو قلمی کتابوں کے بڑے عاشق تھے، چوالیس برس کی عمر میں 13اکتوبر 1938 کو اس دنیا سے چل بسے۔ مرحوم حدیث ورجال کے بڑے عالم تھے۔ ان کے کتب خانہ میں حدیث وتفسیر ورجال کی نایاب قلمی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ ان کے شوق کا یہ عالم تھا کہ مشرق ومغرب، مصر وشام، عرب وقسطنطنیہ کے کتب خانوں میں ان کے کاتب وناسخ نئی نئی قلمی کتابوں کی نقل پر مامور رہتے تھے۔(26) "

ڈاکٹر عمر بن محمد داد پوتہ اپنی 1934 میں گوٹھ پیر جھنڈو آمد کے بارے میں لکھتے ہیں:

1934"ماہ مئی کی ابتدا میں گوٹھ پیر جھنڈو جانا ہوا۔ مرحوم میاں احسان اللہ شاہ سے ملاقات کا موقع میسر آیا جو

ایک جید اور غیر مقلد عالم تھے۔ ان کے کتب خانہ کی شہرت ہر جگہ تھی۔ اس کے دیدار سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ دو دن اس کے معائنہ میں لگ گئے۔ کتب خانہ کی دوسری سب الماریاں با قاعدہ صفائی سے رکھی ہوئی تھیں۔ ان میں ہر فن کی کتب حسب موضوع مرتب تھیں۔ ایک دو الماریوں کی حالت اچھی نہیں تھی۔ میں بھی ان کے معائنہ میں مشغول ہو گیا۔ تلاش کرتے کرتے 'ابیات سندھی ' کے دو قدیم نسخے شیخ عبدالرحیم گرہوڑی کی عربی شرح کے ساتھ ملے۔ میرے لئے یہ غنیمت تھی۔ میاں احسان اللہ شاہ نے میرا ذوق دیکھ کر یہ نسخے ساتھ لے جانے کی اجازت دی۔(27)"

آپ کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ آپ کے بڑے صاحبزادے علامہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی کی ملکیت میں آیا۔

کتب خانہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی "المکتب العالی العلمی"

پیر سید محبّ اللہ شاہ نے ایک خالص علمی اور دینی ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ ان کے والد صاحب سید احسان اللہ شاہ نہایت دیندار، صوم وصلو کے پابند، کتاب وسنت پر عمل کرنے والے، زہد وتقوی کے مثالی نمونہ تھے۔ ایسے سرپرست اور مثالی مربی کی سخت نگرانی میں تعلیم وتربیت کے مکمل مراحل طے کیے۔ کتابیں جمع کرنا تو ان کا خاندانی مشغلہ تھا، جو اپنے دادا پیر رشد اللہ شاہ اور والد پیر احسان اللہ شاہ سے ان کو (میراث) ورثہ میں ملا تھا۔ پیر احسان اللہ شاہ نے اپنی اولاد کی دینی ماحول میں تعلیم وتربیت کا بندوبست کرنے کے ساتھ ان کے دل میں اسلاف کی علمی عظمت، ورثہ اور خزانہ کی نگہداشت اور حفاظت کا جذبہ بھی پروان چڑھایا۔ والد صاحب کی وفات کے وقت آپ کی عمر سترہ برس تھی۔ والدین کی تربیت کے نتیجہ میں آپ نے اپنی جوانی کو اپنے آباواجداد کے علمی ورثہ کی حفاظت اور اس کی دعوت، تبلیغ اور ترویج میں صرف کیا اور اخیر عمر تک یہ ذمہ داری بخوبی نبھائی۔ سید احسان اللہ شاہ کے کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، عقائد، رجال، فقہ، تاریخ، لغت، فلسفہ، ادب، منطق اور اصول وقواعد وغیرہ فنون کی کتب وافر موجود تھیں، جن میں اکثر نادر ونایاب قلمی نسخے تھے، جو سید محبّ اللہ شاہ کی تحویل میں آئے۔ سید صاحب نے اپنے علمی ذوق وشوق کے مطابق کتب خانہ میں مختلف اوقات میں خوب اضافہ کیا۔ ایک اہم اضافہ اس وقت ہوا جب انہوں نے اپنے ماموں پیر محمد بقا شاہ عرف مٹھل شاہ (ٹھلاہ شریف) کی لائبریری ان کی اولاد سے زر کثیر کے عوض حاصل کر لی۔ حاجی صاحب کی لائبریری سندھ کی مشہور لائبریریوں میں سے تھی۔ یہ کتب خانہ حاجی صاحب کے دادا اور پیر محمد یاسین شاہ (پیر جھنڈا اول) رحم اللہ علیہ کے چھوٹے فرزند پیر سید حاجی ہدایت اللہ شاہ ٹھلاہی نے قائم کیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ ان کی اولاد میں تقسیم ہو گیا، جس کا ایک حصہ پیر ابوالبقا سید مظہر الدین شاہ راشدی کی ملکیت میں آیا اور دوسرا ان کے

بھائی سید نصر اللہ شاہ راشدی کے حصہ میں۔ دونوں بھائیوں کی لائبریری صرف ان کے بیٹوں کے دور تک قائم رہی۔ بعدازاں ان کے پوتوں نے اپنے کتب خانے فروخت کردیے۔ایک پیر سید محبّ اللہ شاہ نے حاصل کرلیا۔

سید محبّ اللہ شاہ دہلی، بمبئی، سعودی عرب، مصر اور دوسرے بڑے شہروں کے مشہور کتب خانوں سے ہر نئی چھپنے والی کتاب منگواتے تھے۔جس شہر میں بھی جاتے وہاں کے کتب خانوں سے کتابیں خریدتے تھے۔ کتابوں کے حصول کیلئے امرتسر اور دہلی کے بھی سفر کیے۔ ترکی کے علمی مرکز استنبول، برطانیہ کے سفر اور حج وعمرہ کے متعدد اسفار میں زیادہ وقت کتابیں حاصل کرنے میں گذارا۔ ان کے تلمیذ رشید اور عراق کے فاضل عالم شیخ حمدی عبدالمجید سلفی عراق میں ہر چھپنے والی اہم کتاب انہیں بھیجتے تھے۔ آپ کہتے تھے کہ اللہ تعالی کا فضل وکرم ہے کہ حدیث اور اس سے متعلقہ علوم کی کئی ایسی کتب ہمیں ملی ہیں جن کے ہمارے آباواجداد نے صرف نام سنے تھے۔

سید محبّ اللہ شاہ اپنے ایک یادگار انٹرویو میں کتب خانہ کا پس منظر اور خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کتابیں جمع کرنا ہمارا خاندانی شوق ہے جو مجھے اور چھوٹے بھائی بدیع الدین شاہ راشدی صاحب کو بھی وراثت میں ملا ہے۔ ہمارے مورثِ اعلی سید محمد راشد شاہ نے جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ کافی کتابیں جمع کی تھیں۔ان کے بعد ہر آنے والے نے ان کتابوں میں اضافہ کیا۔اس وقت (1995 میں) ہماری لائبریری میں چالیس پچاس ہزار کے لگ بھگ کتابیں ہیں۔اس میں بعض کتابوں کے نادر نسخے اور بعض نایاب کتابیں بھی ہیں۔مثلا امام بیہقی کی شعب الایمان اب اگرچہ یہ چھپ چکی ہے،لیکن ہمارے پاس اس کا ایک ہزار سالہ پرانا نسخہ ہے۔ میں بیرونِ ملک جہاں بھی گیا، وہاں سے کچھ اور لایا نہ لایا، کتابیں ضرور لایا۔ کتابیں جمع کرنے کا شوق مجھے جنون کی حد تک ہے۔ میرے ایک ماموں لاڑکانہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ان کا بھی اچھا خاصا بڑا کتب خانہ تھا۔ ان کی وفات کے بعد کیونکہ ان کی اولاد میں علمِ دین نہ رہا، اس لئے وہ کتب خانہ فروخت کرنے کیلئے تیار ہوئے۔ چنانچہ میں نے ان سے پورا کتب خانہ خرید لیا۔اس طرح عراق کے ایک فاضل حمدی عبدالمجید سلفی جو کتاب بھی وہاں شائع ہوئی، ازراہِ نوازش ارسال کردیتے ہیں۔(28)"

نامور مرخ محمد اسحاق بھٹی سید صاحب کے کتابوں کے ذوق وشوق کے بارے میں اس طرح رقمطراز ہیں:

"سید صاحب کو کتابوں سے بے حد محبت تھی۔ وہ جہاں جاتے، وہاں سے اور کچھ لاتے یا نہ لاتے کتابیں ضرور لاتے ...... سید محبّ اللہ شاہ کو فقط کتابیں جمع کرنے کا شوق ہی نہ تھا، وہ ان کا باقاعدہ مطالعہ کرتے تھے اور ان

کے مشتملات سے مستفید ہوتے تھے۔ چنانچہ علمِ تفسیر، علمِ حدیث، علمِ فقہ، فن رجال، فلسفہ، تاریخ، اصول، عربی ادبیات وغیرہ تمام علوم پر ان کی نظر تھی .... تبلیغ واشاعت دین کے ان تینوں طریقوں کے علاوہ اس خاندان کے اکابر میں ایک چوتھا طریقہ بھی تھا، جو اپنے اندر بے پناہ اثر رکھتا تھا اور وہ اب بھی ہے۔ وہ طریقہ تھا ان کے خاندانی اور ذاتی کتب خانوں کا۔ کتب بینی اور مطالعہ کے شائقین ذہنی، فکری اور مسلکی طور پر مخالف ہوں یا موافق، وہ اپنی علمی تشنگی دور کرنے اور ذوقِ مطالعہ کی تسکین کیلئے کتب خانوں کا رخ کرتے ہیں اور وہاں جا کر اپنی تحقیق وکاوش کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ پیر جھنڈا کو اللہ نے اس نعمت سے نوازا ہے کہ ان کے پاس بڑے بڑے دو کتب خانے ہیں۔ ایک کتب خانہ پیر سید محبّ اللہ شاہ کا ہے، جو ان کے گاؤں میں ہے۔ دوسرا کتب خانہ ان کے چھوٹے بھائی پیر بدیع الدین شاہ کا ہے، جو نیوسعید آباد میں قائم ہے۔ تحقیق وکاوش سے دلچسپی رکھنے والے لوگ ان کتب خانوں کے محتاج ہیں اور وہاں جا کر اپنے ذوق کو سکون کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔(29) "

مشہور محقق اور عالم مولانا ارشاد الحق اثری صاحب سید محبّ اللہ شاہ صاحب اور ان کے خاندانی کتب خانوں کی اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ کا کتب خانہ دنیا کے مشہور کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے، جسے عموماً پیر جھنڈا کا کتب خانہ کہا جاتا ہے۔ دراصل اس کتب خانہ کی بنیاد ان کے جدامجد حضرت رشد اللہ شاہ مرحوم نے رکھی تھی۔ ان کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ کچھ حصہ حضرت شاہ کے والد گرامی سید پیر احسان اللہ شاہ کے حصہ میں آیا اور کچھ ان کے عم محترم سید ضیاالدین کے پاس چلا گیا۔ لیکن سید ضیاالدین شاہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ان کے جانشین سید وہب اللہ شاہ نے اسے کراچی میوزیم کو فروخت کر دیا۔ جن دنوں اس کے فروخت ہونے کی بات چل رہی تھی، اتفاقاً ان ہی دنوں یہ ناکارہ حضرت الشیخ سید بدیع الدین شاہ مرحوم کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے حضرت الشیخ سے اس کتب خانہ کو دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا تو اس روز عصر نماز کے بعد ادھر چل نکلے۔ سید وہب اللہ شاہ سے ملاقات ہوئی۔ کتب خانہ کھلوایا گیا تو ناگوار سی بو نے استقبال کیا۔ ایک بڑے کمرہ نما ہال میں دونوں جانب کتابیں الماریوں میں مزین تھیں۔ بہت سی کتابیں بوسیدہ ہو چکی تھیں۔ علامہ المزی کی تذہیب الکمال کا ناقص نسخہ جو اکثر کرم خوردہ تھا، دیکھ کر دل بھر آیا۔ کچھ وقت کتب خانہ میں گذارا۔ کتب خانہ کی خستہ حالت اس کے منتظم کی بے ذوقی پر نوحہ کناں تھی....

حضرت سید پیر احسان اللہ شاہ کا علمی ذوق بہت اچھا تھا۔ اسی بنا پر ان کا کتب خانہ محفوظ رہا، بلکہ مسلسل اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد اس کتب خانہ کی کچھ کتابیں حضرت الشیخ سید بدیع الدین رحمہ اللہ

نے حاصل کر لیں اور اکثر حصہ حضرت شاہ کے پاس رہا۔
ہمارے ممدوح حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے علمی ذوق کی بنا پر کتب خانہ کو سنوارنے اور اس میں قیمتی کتابوں کے اضافہ میں کوئی کسر باقی رہنے نہ دی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کتب خانہ مرجع علما رہا۔ پاکستان ہی نہیں، دوسرے اسلامی ممالک سے بھی اہلِ علم حاضر ہوتے اور وہاں اپنے ذوق کی تسکین پاتے۔(30)"
ماضی قریب کے محقق اور عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ علامہ قاضی محمد اکرم بن عبدالرحمٰن نصرپوری سندھی کی کتاب "امعان النظر بشرح شرح نخب الفکر " کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد رايت هذا الشرح العظيم في رحلتي الى الهند و باكستان سن 1382ھ في مكتب الشيخ محب الله شاه صاحب العلم السادس حفظه الله تعالى في قرى بير جند التابع لحيدر آباد السند، وهو شرح واسع جدا يبلغ 350صفح من القطع الكبير ورقمه 13في علم اصول الحديث .....وهذه المكتب احفل المكاتب الخاص المخطوط التي رايتها في الهند و باكستان فيها كتب في غاى النفاس والسندر من كتب الحديث وعلومه اقمت فيها يومين كانا من اطيب امام العمر جزى الله مسسها وصاحبها اطيب الجزا والمثوب(31).

عظیم محقق مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی محشی سنن نسائی کتب خانہ کے بابت اپنے تاثرات اس طرح بیان کرتے ہیں:

"خاکسار مدت سے پیر جھنڈا کے کتب خانے کا شہرہ سن رہا تھا، لیکن اپنی کاہلی سے خاص اس کی زیارت کا موقع نہ مل سکا تھا۔ اب کے توفیقِ الٰہی معاون ہوئی اور کتب خانے میں حاضری اور محترم مولانا محبّ اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ نوادر کی حیثیت سے جیسے سنا تھا، کتاب خانے کو اس سے بلند پایا۔ بلاشبہ برصغیر میں اس کتاب خانے کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ جس کتاب خانے میں حافظ ابن حجر اور حافظ سخاوی جیسے اساطین علمِ حدیث کے ہاتھ کے مخطوطے موجود ہوں، اس کی رفعت کا کیا پوچھنا ہے۔ سب سے زیادہ مسرت اس سے ہو رہی ہے کہ حضرت مولانا رشد اللہ صاحب رحم اللہ علیہ کا اندوختہ تقریباً پوری طرح محفوظ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس چشمہ فیض کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے، بلکہ مولانا پیر محبّ اللہ شاہ، ان کے برادر مولانا بدیع الدین شاہ صاحب اور اخلاف سعیدہ کو توفیق بخشے کہ اس کو مزید ترقی دیتے چلے جائیں، تاکہ یہ صدقہ جاریہ کبھی خشک نہ ہونے پائے۔"

ممتاز عالمِ دین مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الحمدللہ آج حضرت مولانا پیر محبّ اللہ شاہ صاحب دامت برکاتہم کے زیر نگرانی المکتب العالی العلمیہ میں

حاضری کا شرف حاصل ہوا۔اس سے قبل بھی ایک مرتبہ حاضری ہوئی تھی،لیکن حضرت پیر صاحب مدظلہم العالی کی خدمت میں ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا۔آج بفضلہٖ تعالی حضرت پیر صاحب مدظلہم کی موجودگی میں حاضری ہوئی اوران کی رہنمائی میں علم کے اس گنجینہ بے بہا کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔یہ ہمارے لئے ایک نعمتِ عظمی سے کم نہیں۔جونادر کتب اور مخطوطات اس شخصی کتب خانے میں موجود ہیں،سارے برصغیر میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔(32)"

مصر کے مشہور عالم اور جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی کے سابق استاد ڈاکٹر محمود محمد عبداللہ ان کے مکتبہ عالیہ علمیہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

ونريد ان نوجه عناى القارء ان المكتب العالى بها اكثر من الف مخطوط فى اللغات المختلف:العربى والاردى والفارسى والسندى واكثر المخطوطات العربى فى الحديث وعلومه، وهى من اعمال القدما ولها قيم علمى عالى واكثرها ينتظر الاشار من اهل العلم والمعرف المحققين، حتى تخرج الى وضح النهار نسال الله التوفيق لاهل العلم والمعرف المخلصين. (33)

ان کے کتب خانہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام ابن جوزی کی کتاب "العلل المتناہی فی الاحادیث الواہی "مولانا ارشادالحق اثری کی تحقیق وتعلیق سے "ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد "نے دوجلدوں میں شائع کی ہے۔انہوں نے سید محبّ اللہ شاہ راشدی کے کتب خانہ کے قلمی نسخہ کو بنیاد بنایا ہے۔

اسی طرح حدیث کی مشہور کتاب مسند ابویعلی موصلی المتوفی ھ مولانا ارشادالحق اثری کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ "دارالقبل للثقاف الاسلامی جدہ۔مسس علوم القرآن بیروت 1988 "میں دوجلدوں میں شایع کی ہے۔محقق کے سامنے اس کے جو قلمی نسخے تھے،ان میں ایک سید محبّ اللہ شاہ راشدی کے کتب خانہ کا نسخہ تھا،جیسا کہ مقدمہ میں فرماتے ہیں:

نسخ المسند:وصل الينا نسختان من هذا المسند الصغير اولهما المصور من مكتب شهيد على باشا باسطنبول بواسطالشيخ بديع الدين الراشدى وكان حصل عليها عن الشيخ صبحى السامرائى .....الثانى المصور عن الاصل الموجود فى مكتب الشيخ محب الله الراشدى السندى صاحب اللوا السادس وليس عليها تاريخ نسخها لكنها جديد الخط ....ونسخ فى مكتب الشيخ بديع الدين الراشدى لكنا مخروم وممسوخ وهى جديد الخط ايضا. (34)

اسی طرح گیارہویں صدی ہجری کے سندھ کے مشہور عالم قاضی محمد اکرم نصرپوری کی کتاب "امعان النظر شرح نخب الفکر "مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سے شائع کرائی ہے۔ان کے سامنے اس

کتاب کے تین قلمی نسخے تھے۔ایک نسخہ مولانا عبدالکریم قریشی بیر شریف والے کا نسخہ ہے جو ھ میں نقل کیا ہوا ہے۔ناقل مدینہ منورہ کا باشندہ ہے۔یہ نسخہ علامہ فقیر اللہ علوی شکار پوری نے حاصل کیا تھا۔جس طرح مخطوطہ پر ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے۔دوسرا نسخہ پیر جھنڈو کے کتب خانہ سے پیر وہب اللہ شاہ کے توسط سے ملا۔یہ نسخہ ھ میں نقل شدہ ہے۔یہ نسخہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحم اللہ علیہ اوران کے پوتے مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹوی رحم اللہ علیہ کے زیرِ مطالعہ رہا ہے۔تیسرا نسخہ علامہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی کے " مکتبہ عالیہ علمیہ " سے ملا۔(35)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور کتاب "اتحاف المہر بالفوائد المبتکر من اطراف العشر "ڈاکٹر زھیر بن ناصر الناصر کی تحقیق سے 1994 میں "مرکز خدم السن والسیر النبوی "مدینہ یونیورسٹی مدینہ منورہ سے شائع کی گئی ہے۔ان کے سامنے جو قلمی نسخے تھے،ان میں ایک نسخہ سید محبّ اللہ شاہ کے کتب خانہ کا ہے،جس طرح محقق ڈاکٹر زہیر لکھتے ہیں:

وحصل مركز السن على مصور تشتمل على مجلدين من كتاب اتحاف المهر بخط الحافظ عمر بن محمد بن فهد)ت (885من مكتب الشيخ محب الله السندى الباكستانى وقطع ملحق بنسخ ابن شاهين والخط فى الجميع واحد. (36)

سید محبّ اللہ شاہ راشدی نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کتب خانہ (مکتبہ عالیہ علمیہ) کی نگرانی اپنے چھوٹے صاحبزادے سید محمد قاسم شاہ راشدی کے سپرد کردی تھی،جس کا اظہار انہوں نے اپنے وصیت نامہ میں بھی کیا ہے۔سید محمد قاسم شاہ راشدی اوران کے لائق فرزند سید محمد انور شاہ کتب خانہ کی بطریقِ احسن نگہداشت کررہے ہیں اور مسلسل اس میں اضافہ بھی کررہے ہیں۔اہلِ علم ومحققین کی رہنمائی کے لیئے ہمہ وقت مستعد ہیں۔

المکتب الراشدیہ(سید بدیع الدین شاہ راشدی)

علامہ سید ابومحمد بدیع الدین شاہ راشدی رحم اللہ علیہ نے اپنے آبائی کتب خانہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا اورعلمی کتابوں سے اپنے مطالعہ میں خوب اضافہ کیا۔سنہ 1955 میں اپنے والد ماجد سید احسان اللہ شاہ راشدی کے گاؤں درگاہ شریف کوچھوڑ کر نیوسعید آباد شہر سے متصل "آزاد پیر جھنڈو "کے نام سے گاؤں آباد کیا اور وہاں مدرسہ محمدیہ اور مکتبہ راشدیہ کی بنیاد رکھی جو ابتدا میں صرف ایک الماری پر مشتمل تھا۔یہ کتب ان کے برادرِ محترم سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحم اللہ علیہ کی طرف سے ملی تھیں۔اس کے بعد آپ نے اپنی محنتِ شاقہ سے یہ عظیم الشان کتب خانہ جمع کیا۔آپ نے محدود وسائل کے باوجود جس طرح کتابیں جمع کیں اور نادر ونایاب مخطوطات ومطبوعات جمع کیئے،اس کی مثال ملنا مشکل اور ناممکن ہے۔کتابیں جمع کرنے کا ذوق وشوق ان کو

ورثہ میں ملا تھا، جیسے خود فرماتے ہیں کہ "چند کتب آباواجداد کے کتب خانہ سے ملی تھیں، باقی سب میں نے خود جمع کی ہیں جن کتابوں کی تعداد 15 سے 20ہزار تک ہوگی۔(37)"

اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں: "**وبدات فی جمع الکتب مع قل البضاع وضیق العیش بحسب الوسع فما سمعت بکتاب طبع من تلك الفنون الاوسعیت لحصوله وکذا سعیت لنسخ بعض النوادر وتصویرها(38)** ".

"میں نے قلت وسائل کے باوجود حسب وسعت کتابیں جمع کرنا شروع کیں اور مذکورہ فنون کی کتب میں سے جس کتاب کی طباعت کا علم ہوتا تو ضرور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔اسی طرح نایاب قلمی نسخوں اور ان کے عکس حاصل کرنے کی بھی کوشش کرتا تھا۔"

نئے گاؤں میں آباد ہونے کے بعد توحید وسنت کی دعوت پیش کرنے کے باعث شدید مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن تمام مشکل حالات کے باوجود دعوت وتبلیغ اور کتابوں کے جمع کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پنجاب وسرحد کے تبلیغی دوروں سے واپسی پر بھی کتابوں کے ڈھیر لاتے تھے۔ جہاں بھی جاتے وہاں ان کا زیادہ تر وقت کتب خانوں میں گذرتا۔ جہاں بھی کوئی نئی کتاب نظر آتی،فوراحاصل کرلیتے (تھے)۔تقریباہر سال حج پر جاتے تھے اور وہاں سے بھی لاتعداد کتب ساتھ لاتے تھے۔سعودی عرب، کویت،مصر، شام،متحدہ عرب امارات،عراق اور ہندوستان سے ان کے دوست احباب اور شاگرد بھی انہیں کتابیں تحفتا بھیجتے تھے۔عرب مما لک میں آپ کے تلامذہ خط لکھ کر مارکیٹ میں آنے والی نئی کتب کی فہرست بھیجتے تھے اور لکھتے تھے کہ ان میں جن کتب کی آپ کو ضرورت ہو بتا۔اس طرح کتابوں میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔سعودی عرب میں تین سالہ قیام کے دوران کتب خانہ میں بے حد اضافہ ہوا۔علاوہ ازیں یورپ،آمریکا،مشرقِ وسطی، ہندستان اور بنگلہ دیش کے تبلیغی دوروں میں بھی کافی کتب حاصل کیں۔اسی طرح (رفتہ رفتہ) بتدریج" مکتبہ راشدیہ "میں تفسیر، حدیث،عقائد، فقہ، رجال، تاریخ،لغت، فلسفہ،منطق،صرف ونحو، میراث اور ادب وغیرہ فنون کی کتابوں کا ضخیم علمی ذخیرہ جمع ہوگیا۔مطبوعہ کتابوں کی تعداد 15 سے 20ہزار تک پہنچ گئی۔مخطوطات اور مصورات کی تعداد بھی پانچ سوتک پہنچ گئی۔مخطوطات اور نایاب کتابوں کے حصول کیلئے شاہ صاحب نے متعدد اسفار کیے،جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتابوں سے انہیں کتنی والہانہ لگا تھا اور نایاب کتابوں کے حصول کی کتنی تڑپ تھی۔ کتب خانہ میں کوئی نئی کتاب آتی تو بہت خوش ہوتے اور کہتے تھے کہ اس کتاب کے بغیر تو لائبریری نامکمل تھی۔جس محبت،محنت اور شوق سے منتخب اور نایاب کتابیں جمع کیں،اس طرح ان کا مطالعہ بھی اپنی مثال آپ تھا۔نئی کتاب مطالعہ کے بعد فہرست میں درج کیا کرتے تھے۔کتابوں کی حفاظت کے سلسلہ

میں بیحد فکرمند اور محتاط رہتے تھے۔ کتب خانہ سے استفادہ کیلئے آنے والے علما اور محققین سے بھی ہر طرح تعاون کرتے تھے۔(39)

انہوں نے ایک عربی شعر بھی مکتبہ میں آویزاں کر رکھا تھا۔ جو آدمی مکتبہ میں داخل ہوتا اور ان کی نظر اس شعر پر پڑتی تو بہت محظوظ ہوتا:

الایا مستعیر الکتب منی فان اعارتی للکتب عار

ومحبوبی من الدنیا کتاب فھل ابصرت محبوبا یعار

مشہور مصنف مولانا عبدالرشید عراقی صاحب مکتبہ راشدیہ کی عالمی شہرت کے بابت فرماتے ہیں:

"یہ کتب خانہ سید بدیع الدین شاہ راشدی کے دادا جناب رشداللہ شاہ نے جمع کیا تھا۔ حضرت پیر بدیع الدین راشدی نے اس کتب خانہ میں بہت اضافہ کیا اور نادر و نایاب کتابوں کا کافی ذخیرہ جمع کیا۔ تمام علوم وفنون کی کتابیں اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔ عربی مخطوطات اور قلمی کتابیں بھی کثرت سے ہیں۔ اس کتب خانہ کا شمار پاکستان کے مشہور کتب خانوں میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حمیداللہ حیدرآبادی مقیم پیرس لاہور تشریف لائے اور پنجاب یونیورسٹی ہال گئے۔ دورانِ تقریر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میرے پاکستان آنے کا صرف ایک مقصد تھا کہ مجھے ایک کتاب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ (ڈاکٹر صاحب نے کتاب کا نام لیا تھا اور مصنف کا بھی ذکر کیا، لیکن مجھے کتاب اور مصنف کا نام یاد نہیں رہا) تو مجھے معلوم ہوا کہ کتاب اسلام آباد میں "ادارہ تحقیقات اسلامی" کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ میں اسلام آباد آیا۔ وہاں سے مجھے اطلاع ملی کہ یہ کتاب (دراصل) مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ چنانچہ میں شاہ صاحب کے پاس نیوسعید آباد پہنچا اور کتاب سے استفادہ کیا ....اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ شاہ صاحب کے پاس نادر و نایاب کتابوں کا کافی ذخیرہ موجود تھا۔(40) "

پروفیسر محمد یوسف سجاد صاحب مکتبہ راشدیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"آپ کے پاس نادر و نایاب قیمتی کتب کا ایک بہت بڑا کتب خانہ ہے، جو المکتبہ الراشدیہ کے نام سے تشنگانِ علم کیلئے منبع فیض بنا ہوا ہے۔ اس میں دس ہزار کے قریب کتب موجود ہیں۔ اس میں غیر مذاہب کی کتابوں کے علاوہ ہر فن کی کتاب موجود ہے۔ یہ کتب خانہ درحقیقت آپ کے دادا محترم نے جمع کیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد تقسیم ہوگیا۔ کچھ والد محترم کے حصہ میں آیا اور کچھ چچاں کے پاس چلا گیا۔ ان کی وفات پر چچازاد بھائیوں نے کتب بیچ دیں۔ حضرت شاہ صاحب کو اپنے والد محترم کی طرف سے چند کتابیں ملیں۔ پوری ایک الماری بھی نہ تھی۔ باقی کتب آپ نے خود جمع کی ہیں۔ جو کچھ گذر اوقات سے بچتا ہے، ان سے کتابیں خرید لیتے ہیں۔

چندہ سے کبھی کوئی کتاب نہیں خریدی۔(41) "

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبر انی کی کتاب "مسند الشامیین "سید بدیع الدین شاہ کے شاگرد شیخ حمدی عبدالمجید سلفی کی تحقیق وتخریج کے ساتھ 1996 میں بیروت سے شائع ہوئی ہے۔انہوں نے جس قلمی نسخہ کو بنیاد بنایا ہے، وہ سید بدیع الدین شاہ راشدی کے کتب خانہ کا ہے، جیسے محقق حمدی مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"اما النسخ التی اعتمدت علیها فی التحقیق فهی نسخ واحد فی الحقیق اذا النسخ الثانی هی منقول من النسخ الاولی.

-1النسخ الاولی:هذه النسخ یملکها شیخنا بدیع الدین شاه الراشدی السندی الباکستانی وقد تفضل الاستاذ الفاضل صبحی جاسم البدری السامرائی فقدم لی مصورته منها فله منی الف شکر وهذه النسخ کتبت سن 1352الف وثلاث ماء واثنتین وخمسین من هجر خیر البری کتبها السید عبدالمعطی بن السید یوسف علی.......

-2النسخ الثانی منقول من النسخ الاولی وهی من ملك شیخنا محب الله شاه الراشدی تفضل فارسل الینا صور منها فله منا الف شکر(42) ".

مولانا ابوالفضل فیض الرحمٰن الثوری کتب خانہ کے متعلق اپنے مشاہدات وتاثرات اس طرح لکھتے ہیں:

"یہ بندہ عاجز تقریبا چالیس سال سے زیادہ عرصہ ہوا حضرت پیر بدیع الدین شاہ صاحب سے نیاز حاصل کر رہا ہے۔اتنے ہی عرصہ سے پیر صاحب کے ہاں آنا جانا ہے۔اس تعلق کا سبب کتب خانہ ہی بنا ہے۔ابھی پیر صاحب سعید آباد تشریف نہیں لائے تھے، کتابیں ایک ہی جگہ تھیں، بعد میں تقسیم ہوگئیں لیکن تقسیم کے بعد بہت کتابوں کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ پیر صاحب کی علم سے محبت کی نشانی ہے۔جتنی کتابیں ہیں، اتنا ہی پیر صاحب کا مطالعہ وسیع ہے۔اس بات میں پیر صاحب منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔"

سندھ کے مایہ ناز عالم علامہ غلام مصطفٰی قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

"زرت بعون الله تعالی المکتب الکبیر لمحدث بلادنا المولی الحافظ العلام بدیع الدین الموقر فتحیرت حین لمحت فی دقائق قلیل الکتب العلمیالمطبوع والخطی موضوع بنهج جدید وکانت الکتب اکثرها من نوادر الکتب فی العالم .کنت زرت قبل مکتب صاحب العلم من القدما وکانت منقسم فی اولاده واستفدت منها کثیرا فی زیارات عدید والآن من الاسف نصف الکتب الذی کان فی ید المولی وهب الله شاه قد نفد وهو باع کل الکتب والنصف الآخر موجود فی دار الکتب المحدث المولی الحافظ محب الله الموقر ولم یکن فی علمی ان المحدث الکبیر السید المولی بدیع الدین قد حاز هذا الکتب من نوادر

العالم فبارك الله فی حرصه للعلم والکتب وادعوا الله تعالی ان یدیم حرصه فی هذا الموضوع ویهدی اولاده لهذا الامر الشریف وهو المستعان وعلیه التکلان".

مشہور محقق ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب لکھتے ہیں:

"آج جناب پیر صاحب سے ملاقات کے ساتھ کتب خانہ کا دیدار نصیب ہوا۔ تقریباً جملہ علوم اسلامیہ پر منتخب کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ مثلاً میں نے پوچھا کہ الجامع الصغیر للامام الشیبانی ہے؟ تو پیر صاحب بولا: موجود ہے اور مطبع یوسفی فرنگی محل لکھن کا مطبوعہ نسخہ مع المقدم للفاضل عبدالحئی لکھنوی موجود تھا۔ الحاوی فی الطب بائیس جلدوں میں مکمل موجود تھا۔ مجھے الرازی کی "کتاب الصید ل "دیکھنے کا شوق تھا۔ کتابوں کے علاوہ پیر صاحب کی شگفتہ طبع اور فاضلانہ گفتار نے بہت محظوظ کیا۔ "اللّٰہم زدفزد"۔

یمن کے عالم شیخ عمر احمد سیف فرماتے ہیں:

"لقد شرفت بزیار المکتب الراشدی فی نیو سعید آباد فی باکستان السند فرایت فیها من الکتب القیم فی جمع الفنون تفسیر وحدیث، فقه، سیر، تاریخ، رجال ما یبصر الناظر ویسر الخاطر ومن الله بزیار صاحبها العالم الربانی المحدث المفسر الشیخ ابو محمد بدیع الدین وسمعت من حدیثه وتقریر فی بیان الفرق الموجود فی القطر ما یدل علی اطلاح واسع وعلم جم".

دمشق کے عالم شیخ ابو محمود محمد شکور بن محمود الحاجی امریر السوری لکھتے ہیں کہ:

"ففضل الله ونعمته علینا ان اکرمنا بزیار اخی فی الله فضیل الشیخ العالم المسند بدیع الدین شاه فوجدنا عالما یرتحل الیه لطلب العلم والاسناد ورینا عنده الکرم وطیب اللقا وسمت العلما الاجلا کما زرنا مکتبته العامر فراینا فیها من الکتب المطبوع والمخطوط المعروف والنادر حتی ان ابصارنا لا تکاد تتعلق بکتاب حتی تسرع بالنظر الی غیره کمن کان فی بستان فیه من کل الثمار واطایبها لا یدری ما یاخذ وما یدع فبارك الله بشیخنا وجزاه عنا وعن المسلمین کل خیر وقد تکرم باجازتنا بکل مرویاته ومسموعاته عن مشایخه وبارك الله فی هذه المکتب العامر وحفظهما الله وجعلها موئلا للعلم والعلما وجعلها صدق جاری لشیخنا فی حیاته وفی مماته واثقل الله له بها کف حسناته انه نعم المولی ونعم المسئول(43)".

نامور مصنف اور مرخ مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

"پیرجھنڈا کو اللہ نے اس نعمت سے نوازا ہے کہ ان کے پاس بڑے بڑے دو کتب خانے ہیں۔ ایک کتب خانہ پیر سید محبّ اللہ شاہ کا ہے جو ان کے گاں میں ہے۔ دوسرا کتب خانہ ان کے چھوٹے بھائی پیر بدیع الدین شاہ کا ہے جو نیو سعید آباد میں قائم ہے۔ تحقیق وکاوش میں دلچسپی رکھنے والے لوگ ان کتب خانوں کے محتاج ہیں اور

وہاں جا کر اپنے ذوق کو سکون کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔(44) "

سید بدیع الدین شاہ راشدی کی وفات کے بعد کتب خانہ کا انتظام ان کے بڑے صاحبزادے سید محمد شاہ راشدی کے سپرد کیا گیا۔ وہ دینی علوم وفنون کے بحر العلوم تھے۔انہوں نے کتب خانہ کی بطریقِ احسن دیکھ بھال کی اور گراں قدر ذخیرہ کتب جمع کیا،لیکن قدرت نے انہیں زیادہ موقعہ فراہم نہیں کیا۔شاہ صاحب رحم اللہ علیہ کی وفات کے تین سال بعد وہ بھی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ان کے بعد کتب خانہ کی ذمہ داری ان کے بیٹوں سید شاہ سعود شاہ راشدی، سید نصرت اللہ شاہ راشدی اور سید ابو حمید شاہ راشدی کو سپرد کی گئی۔آج کل یہ دونوں بھائی مکتبہ راشدیہ کے منتظم ہیں۔

الغرض راشدی خاندان کے اکابر واصاغر نے ہر دور میں کتب خانہ کی تعمیر وترقی کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔اس وقت " مکتبہ عالیہ علمیہ "درگاہ شریف پیر جھنڈو اور " مکتبہ راشدیہ آزاد پیر جھنڈو "نادر ونایاب مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کے عظیم ذخیرے ہیں۔دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس سلسلہ کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔وہ بزرگ جو اس فانی دنیا سے چلے گئے،انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اس کے جانشینوں کو یہ سلسلہ ہمیشہ قائم ودائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین(45)!

حواشی وحوالہ جات

(1) رضا علی عابدی" کتب خانہ "ص28-22-15 لاہور سنگ میل پبلیکیشنز 1994

(2) پیر حسام الدین راشدی"الھیون وون جون "ص600 کراچی انجمن تاریخ سندھ 1981

(3) مولانا غلام رسول مہر"سیرت سید احمد شہید "ص303/1 لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز

(4) اعجاز الحق قدوسی" تذکرہ صوفیائے سندھ "ص270-71 کراچی اردو اکیڈمی

(5) مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی مضمون" پیر جھنڈو کا کتب خانہ "ماہنامہ الولی حیدرآباد،اپریل-مئی 1975

(6) مولانا عبداللہ لغاری" مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگذشت کابل "ص 9 لاہور دارالکتب 1998

(7) حافظ محمد نعیم" کتب خانہ پیر جھنڈا "مضمون ہفت روزہ الاعتصام لاہور "مارچ 2003

(8) سید صالح محمد شاہ بخاری" کلام رشد اللہ "ص 17-16 مونوگراف ایم اے سندھ یونیورسٹی جامشورو، سندھی ادبی بورڈ 1994

(9) حکیم محمد یعقوب قادری مضمون" منہنجیون یادگیریون "ماہنامہ نئی زندگی کراچی فروری 1958

(10) سید ہاشم شاہ نقوی" تاریخ کتب خانہ راشدیہ پیر جھنڈو "ص 15 مونوگراف ایم اے سندھ یونیورسٹی

مخطوط (انسٹیٹیوٹ آف سندھالاجی جامشورو)

(11) مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی مضمون "پیرجھنڈو کا کتب خانہ "ماہنامہ الولی ص46

(12) مولانا عبداللہ لغاری "مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگزشت کابل "ص9

(13) ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری "مولانا دین محمد وفائی "ص 133 کراچی مولانا دین محمد وفائی اکیڈمی 1992

(14) مولانا دین محمد وفائی ماہنامہ "توحید " کراچی دسمبر 1948 ص29-28

(15) ڈاکٹر وفاراشدی "تذکرہ علما سندھ "ص 99-98 کراچی مکتبہ اشاعت اردو 2000

(16) ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری "مولانا دین محمد وفائی "ص98

(17) ڈاکٹر سید صالح محمد شاہ بخاری " کلام رشداللہ "ص16-15

(18) پروفیسر رحمت فرخ آبادی، سہ ماہی "الزبیر "بہاولپور کتب خانہ نمبر 1967 ص203

(19) ڈاکٹر غلام علی الانا پیش لفظ "مہران نقش "ڈاکٹر وفاراشدی ص 10 کراچی مکتبہ اشاعت اردو 1986

(20) پیرحسام الدین راشدی "الھیون وون جون "ص306

(21) مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی مضمون "پیرجھنڈو کا کتب خانہ "ماہنامہ الولی ص48-45

(22) تاثرات رجسٹر کتب خانہ پیرجھنڈ اقلمی

(23) سید محبّ اللہ شاہ راشدی "خودنوشت، سوانح حیات "ص 42 مخطوط المکتب العالی العلمی درگاہ شریف پیرجھنڈو

(24) مستدرک حاکم ص 612/4 حیدرآباد دکن دائرالمعارف 1344ھ

(25) بیہقی "السنن الکبریٰ "ص 467/1-68 حیدرآباد دکن دائرالمعارف 1344ھ

(26) سید سلیمان ندوی "یادِ رفتگان "ص 186 کراچی مجلس نشریات اسلام

(27) ڈاکٹر عمر بن محمد داد پوتہ پیش لفظ "شرح ابیات سندھی " کراچی ایجوکیشنل پبلشنگ کمپنی 1939

(28) سید محبّ اللہ شاہ راشدی انٹرویو ماہنامہ صراطِ مستقیم کراچی، مارچ 1995 ص 28-29

(29) مولانا محمد اسحاق بھٹی " کاروان سلف "ص400-452

(30) مولانا ارشاد الحق اثری مضمون "حضرت شاہ صاحب کی یاد میں "مجلّہ بحرالعلوم میرپورخاص "محدث العصر نمبر "ص154-155

(31) عبدالفتاح ابوغدہ مقدمہ "الرفع والتکمیل "ازمولانا عبدالحئ لکھنوی ص97

(32) "المکتب العالی العلمیہ "تاثرات رجسٹر (مخطوط)

(33) ڈاکٹرمحمود محمد عبداللہ مصری"اللغ العربی فی الباکستان "ص 427 کراچی مطبع مجلس العرب 1984

(34) مولانا ارشادالحق اثری مقدمہ"مسندابویعلی "ص 24/1 بیروت مؤسس علوم القرآن 1988

(35) مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی مقدمہ"امعان النظر "شرح نخب الفکر "ازمحمد اکرم نصرپوری ص 11-12 حیدرآباد شاہ ولی اللہ اکیڈمی

(36) حافظ ابن حجرعسقلانی"اتحاف المہر بالفوائدالمبتکر من اطراف العشر ص 127/1 جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ مرکز خدم السن والسیر النبویہ

(37) سید بدیع الدین شاہ راشدی انٹرویو"رموزِ راشدیہ "ص 65 ٹیاری مکتب الدعوہ السّلفیہ

(38) سید بدیع الدین شاہ راشدی"احوالِ حیاتی"(مخطوط) مکتبہ راشدیہ آزاد پیرجھنڈو

(39) مجلّہ بحرالعلوم میرپورخاص شیخ العرب والعجم نمبرص 471-472

(40) عبدالرشید عراقی "برصغیر پاک وہند میں علما اہلحدیث کے علمی کارنامے "ص 219-215لاہورعلم و عرفان پبلشرز 2001

(41) پروفیسرمحمد یوسف سجاد"تذکرہ علما اہلحدیث پاکستان "ص 211/1 سیالکوٹ جامعہ ابراھیمیہ 1989

(42) شیخ حمدی عبدالمجید السّلفی العراقی مقدمہ"مسندالشامیین للطبرانی"بیروت مؤسس الرسال 1994

(43) " کلمات الزائرین الافاضل والضیوف الاماثل " مکتبہ راشدیہ آزاد پیرجھنڈو مخطوط

(44) مولانا محمد اسحاق بھٹی" کاروانِ سلف "ص 452 فیصل آباد مکتبہ اسلامیہ 1999

(45) حافظ محمد نعیم مضمون" کتب خانہ پیرجھنڈا ہفت روزہ الاعتصام لاہور مارچ 2003

☆☆☆☆☆☆